Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 36, Sr No 101, 2015, pp 35 - 52

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۶، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۱۵ء، شمارہ ۱۰۱

کلام ہاشم شاہ کے اُردو تراجم

ڈاکٹر ثمن زاہد☆

Abstract:

Hashim Shah Tharpalvi is a famous and renowned Punjabi poet. His poetic renditions are in Persian, Urdu, Hindi and Punjabi languages. He gained international recognition owing to his story of Sassi and Dohas. Compassion, deep insight, mysticism and Punjabi language are salient features of his poetry. His work has been translated into many languages and liked on vast scale. This article discusses three of his verse translations done by Abdul Majeed Bhatti, Shafqat Tanveer Mirza and Sharif Kunjahi respectively. A comparative study of all these three translations has been made besides shedding light on his select Dohas.

Key words: Hashim Shah, Abdul Majeed Bhatti, Shafqat Tanveer Mirza and Sharif Kunjahi, Dr. Ismat Ullah Zahid, Sassi, Wehray, Baramah.

پنجابی زبان کے معروف شاعر اور رومانوی داستان سسی پنوں کے حوالے سے عالمی شہرت حاصل کرنے والے ہاشم شاہ کا اصل نام محمد ہاشم، تخلص ہاشم، ولدیت حاجی محمد شریف، گاؤں جگدیو کلاں کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن نے ان کے والد گرامی کا نام قاسم تحریر کیا ہے۔ [(1)] مگر تحقیق یہ بتاتی ہے کہ قاسم شاہ ان کے بھائی تھے۔ ہاشم شاہ نے خود اپنے والد کا نام حاجی الحرمین حاجی محمد شریف لکھا

☆ لیکچرار، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، کوٹ خواجہ سعید، لاہور

ہے۔ (2) ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن (3) اور شمیم چوہدری (4) کی تحقیق کے مطابق ہاشم شاہ نے بڑھئی کے کام کو ذریعہ معاش بنایا مگر اس کے پہلو بہ پہلو حکمت سے بھی ان کو گہرا شغف تھا۔

مولا بخش کشتہ (4)، ڈاکٹر لاجونتی (5) اور شمیم چوہدری (6) کے مطابق ہاشم شاہ 1166ہجری/1753ء کو موضع دیوکلاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے جبکہ ماسٹر غلام نبی کے مطابق 1148ہجری/1735ء کو مدینہ شریف میں پیدا ہونے والے ہاشم شاہ چار برس کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ جگد یوکلاں ضلع امرتسر آئے (7) اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ ابتداء میں تصوف کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ شاعری کا ملکہ فطری تھا۔ عربی، فارسی، ہندی، اردو اور پنجابی زبان میں ان کی کتب سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انھیں ان زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

بابا بدھ سنگھ (8) اور موہن سنگھ دیوانہ (9) نے ہاشم شاہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا درباری شاعر قرار دیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا میں بھی درج ہے کہ ہاشم شاہ کو درباری شاعر ہونے کی بنا پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے موضع تھرپال میں جاگیر عطا کی تھی۔ (10) مگر ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن نے ہاشم شاہ کے درباری شاعر ہونے سے انکار کیا ہے۔ (11) ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد کا خیال بھی یہی ہے کہ ہاشم شاہ کے کسی بھی شعر اور بیان سے اس مفروضع کی تصدیق نہیں ہوتی کہ ان کا کسی طور بھی رنجیت سنگھ کے دربار سے تعلق تھا۔ (12)

جدید تحقیق کے مطابق ان کی مندرجہ ذیل کتب کا پتا چلتا ہے:

1- مثنوی ہاشم شاہ (فارسی مخطوطہ)، 2- دیوان ہاشم (فارسی مخطوطہ)، 3- بیاض ہاشم (فارسی مخطوطہ)، 4- کلیات ہاشم (فارسی مخطوطہ)، 5- قصائد (فارسی)، 6- غزلیات (فارسی مخطوطہ)، 7- مناجات، مدحیات (فارسی مخطوطہ)، 8- زبدۃ الرسل (فارسی)، 9- مثنوی یوسف زلیخا (فارسی مخطوطہ)، 10- قصہ سسی پنوں (پنجابی)، 11- قصہ سوہنی مہینوال، 12- قصہ شیریں فرہاد، 13- قصہ ہیر رانجھا، 14- قصہ محمود شاہ غزنوی، 15- قصہ لیلیٰ مجنوں، 16- سی حرفیاں، 17- کافیاں، 18- دوہڑے، 19- ڈیوڑھے، 20- باراں ماہ، 21- فقرنامہ، 22- گیان پرکاش، 23- گیان مالا، 24- پنج گرنتھی، 25- راج بنسی (ہندی)، 26- چہار بہار (فارسی نظم و نثر ملفوظات نوشہ گنج بخش)، 27- پوتھی حکمت، 28- کسب نامہ لوہاراں، 29- کسب نامہ ترکھاناں، 30- کسب نامہ حجاماں۔ وغیرہ

ہاشم شاہ سلسلہ نوشاہیہ میں اپنے والد حاجی محمد شریف صاحب سے بیعت تھے۔ وہ حضرت بخت جمال جھنگیؒ والے، وہ پیر محمد سچیار نوشہرویؒ اور وہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید تھے۔ ہاشم شاہ بانی سلسلہ ہونے کے ناطے حضرت نوشہ گنج بخشؒ سے کمال دلی عقیدت وارادت رکھتے تھے۔ جس کا اظہار انہوں نے چہار بہار کے آغاز میں ان الفاظ میں کیا ہے:

چہ خوش میخانہ و مے گنج بخش ست　　خودی و گمرہی را رنج بخش ست
ہر آنکو جُرعہ خورد از جامِ نوشہ　　شدہ منصور از انعامِ نوشہ
بداں زیں گنج بخش اُو را بگویند　　بیابند از سگانش آنچہ جویند
نگاہش مفلساں را زر بہ بخشید　　ہزاراں مضغہا را پر بہ بخشید

اکبر کے دین الٰہی سے پیدا ہونے والے فتنوں نے نوشہ صاحب کے عہد تک عوام کو متاثر کیے رکھا۔ آپ نے شاہ جہاں کے عہد میں ان بد اثرات کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہاشم نے آپ کی ان دینی خدمات کا ذکر یوں کیا ہے:

چناں ایں عالم از بدعت بری کرد　　عروسِ فقر را زیور گری کرد
پرستندہ شریعت را چناں شد　　نہالِ دینِ احمد زو جواں شد
چہ کرد آں شہپری و در ہوا شد　　ہزاراں عارفاں را پیشوا شد
گذشت از عرصۂ ناسوت و لاہوت　　کہ از پریدنش و اماند ملکوت
چناں آں آتش عشقش بزورست　　ہراساں زد دل مجنوں بگورست
چہ ابر رحمتش بارید بر عام　　بدریا طعن زن شد ہر یکے جام
نگاہِ صیقلِ نوشہ قلندر　　دلم را کرد آئینہ سکندر

اسی طرح ہاشم شاہ نے چہار بہار کے آغاز میں مناجات نوشہ گنج بخشؒ میں تحریر کیا ہے:

اے سرِ لشکر شہنشہ محی الدیں عالی جناب　　درگردہ عاشقانِ بے ریا آں آفتاب
تاجدارانِ جہاں پیشت نگوں سر بررکاب　　من گدا و بیکسم بے مایہ ام کن مستجاب
عرضِ من بہرِ خدا یا پیر نوشہ گنج بخشؒ (13)

ہاشم شاہ نے 1821ء میں تھرپال تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں وفات پائی۔ اسی گاؤں میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہاشم شاہ کی اکثر تحریریں آج بھی زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوسکیں جس کی وجہ سے ان کی ہشت پہلو شخصیت پوری طرح سامنے نہیں آ سکی۔ البتہ ان کی پنجابی زبان و ادب میں شہرت قصہ سسی پنوں کے خالق کی حیثیت سے ہوئی ہے اور یہ قصہ بے شمار مرتبہ پاکستان و ہند میں شائع ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ دونوں ملکوں میں اس کے حوالے سے پی ایچ-ڈی کی سطح پر کام سامنے آ چکا ہے۔ ہندوستانی پنجاب میں ڈاکٹر ہرنام سنگھ شان اور پاکستانی پنجاب میں ڈاکٹر ثریا احمد نے پی ایچ-ڈی کی ہے۔ قصہ سسی پنوں کے حوالے سے یہ کہنا بجا ہوگا کہ جس طرح قصہ ہیر رانجھا کے حوالے سے وارث شاہ، قصہ سیف الملوک کی وجہ سے حضرت میاں محمد بخش، قصہ سوہنی مہینوال کی نسبت سید فضل شاہ کو شہرت دوام ملی اسی طرح ہاشم شاہ کو ''سسی'' اور دوہوں کی تخلیق پر برصغیر پاک و ہند میں شہرت دوام حاصل ہے۔ ان کے ہاں جو درد وسوز، فکر کی گہرائی اور تخلیقی اُپج ہے اس کی بنا پر ہاشم شاہ کی شاعری کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اُردو زبان میں اس کا ترجمہ کرنے والوں میں عبدالمجید بھٹی، شفیع عقیل، شفقت تنویر مرزا کے نام شامل ہیں۔ کلام ہاشم شاہ کے تراجم کے سلسلے میں سب سے پہلی کاوش کتاب خیابان پاک (1956ء)[14] کے نام سے نظر آتی ہے۔ اس کے مرتبین میں الطاف گوہر اور شان الحق حقی شامل ہیں۔ پہلی بار یہ کتاب مطبوعات پاکستان کراچی سے 1956ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب پاکستانی زبانوں (علاقائی) کے معروف شعراء کے کلام کے منتخب حصوں کے اردو تراجم پر مشتمل ہے۔ اس میں بہت سے پنجابی شعرا کے کلام کے تراجم بھی شامل ہیں۔ ہاشم شاہ کے کلام کے بھی چند حصوں کے تراجم دو مختلف مترجم نے کیے ہیں۔

عبدالمجید بھٹی نے ہاشم شاہ کے پانچ دوہوں کا ترجمہ اردو نظم کی صورت میں کر کے اسے ''خیابانِ پاک'' کی زینت بنایا۔ اس کے بعد شفیع عقیل نے تین دوہوں کو ترجمہ کی صورت دی۔ ان میں سے ایک دوہے کے سوا باقی دو ایسے ہیں جو بعد میں ان کی کتاب ''پنجاب رنگ'' میں بھی شامل کیے گئے اس لیے ان کا ذکر ہم آخرالذکر کتاب کے ضمن میں کریں گے۔ البتہ عبدالمجید بھٹی کے ترجمے کا جائزہ لیتے ہیں۔

عبدالمجید بھٹی جو کہ اردو اور پنجابی کے بہت اچھے مترجم اور شاعر ہیں انہوں نے بہت سے شعرا کے کلام کو اردو نظم کا روپ دیا ہے۔ اسی خوبی نے ان سے ہاشم شاہ کے دوہوں کا ترجمہ بھی کروایا۔ اگرچہ یہ

ترجمہ منتخب حصوں کا ہے مگر اولیت کی بنا پر اہمیت کا حامل ضرور ہے۔ مترجم نے ترجمے کے ساتھ اصل متن نہیں دیا جس کے باعث یقیناً تجزیاتی مطالعے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اصل متن سامنے نہ ہو ترجمے کا تاثر مضبوطی سے ابھر کر سامنے نہیں آتا اور نہ ہی شاعر کی شعری خوبیوں اور علمی وادبی استعداد کا پتہ چلتا ہے۔ لہٰذا ہم ذیل میں ترجمہ کے ساتھ اصل متن بھی درج کریں گے تاکہ شاعر کے زبان پر عبور اور دیگر شعری محاسن کا اندازہ لگایا جا سکے اور ترجمے کے فکری وفنی معائب ومحاسن سامنے آسکیں۔

مثلاً اصل متن:

جب لگ ملے نہ تینوں جاگہ میں ہیر آہی البیلی
ہن میں چور ہوئی جگ سارے میرا تیں بن ہور نہ بیلی
چاکا چاک میرا دل کر کے ہن مت جا چھوڑ اکیلی
ہاشم دین الاہماں ماپے ہوئی ہیر رانجھن دی چیلی(15)

ترجمہ:

جب تک میں تجھ سے نہ ملی تھی ہیر تھی میں البیلی
اب میں جگ کی چور ہوئی نہیں تجھ بن کوئی بیلی
چاکا چاک مرا دل کر کے چھوڑ نہ مجھ کو اکیلی
''ہاشم'' دیں ماں باپ الہنے ہیر ہے تیری چیلی(16)

ترجمہ فکری حوالے سے بھی خوبصورت اور پنجابی متن کی نمائندگی کرتا ہے اور فنی سطح پر بھی رواں اور سادہ انداز بیان نظر آتا ہے۔ مترجم نے ایک اہم اور منفرد کام جو کیا ہے وہ یہ کہ قافیہ میں بھی اصل متن کی مکمل پیروی کی ہے جس سے ترجمہ اصل کی فضا سے قریب محسوس ہوتا ہے۔ ہر بند کے اوپر مترجم نے اس کے مضمون کے حوالے سے عنوان بھی قائم کیا ہے جیسا کہ درج بالا بند کا عنوان ہے ''چاہت'' دوسرے دوہے کا عنوان باندھا ہے ''شرطِ وفا''۔

ہاشم شاہ کے کلام میں جو سادہ اور عام فہم زبان، محاوروں کی چاشنی اور نادر تشبیہات واستعارے ملتے ہیں ان کو مترجم نے ان پانچ دوہوں کا ترجمہ کرتے ہوئے حتی الامکان صاف، شستہ اور سلیس اردو میں منتقل کرنے کی سعی کی ہے تاکہ کہیں بھی مفاہیم میں ابہام نہ رہے۔ کہیں کہیں پنجابی الفاظ کا استعمال بھی ترجمے میں

کیا ہے مگر اس سے رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی بلکہ حسن بیان میں اضافہ ہوا ہے۔

گویا فکری وفنی حوالوں سے یہ ترجمہ معیار کی حدوں کو چھوتا محسوس ہوتا ہے عبدالمجید بھٹی نے ہاشم شاہ کے کلام میں موجود کیفیات اور باطنی فضا کا پہلے مکمل ادراک کیا ہے اس کے بعد اسے آسان اور موثر پیرائے میں اردو نظم کا روپ عطا کیا ہے۔ مترجم نے قاری کے لیے ہاشم شاہ کی فکر اور پیغام کو بڑے دلکش اور ادبی رنگ میں پیش کیا ہے اس لیے ہم اسے بہتر اور معیاری ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔

کلام ہاشم کے تراجم کے ضمن میں دوسری کاوش کتاب ''پنجاب رنگ'' ہے جسے شفیع عقیل نے مرتب کیا۔ اس میں قدیم پنجابی شعراء کے کلام کے منتخب حصوں کو اردو نظم کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ دیگر شعراء کی طرح ہاشم شاہ کے کلام میں بھی چند دوہوں کا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمے سے پہلے شاعر کا مختصراً تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ 76 اور 77 پر ان کے دس دوہڑوں کا ترجمہ کیا ہے۔ اصل متن ساتھ نہیں دیا بلکہ صرف ترجمہ لکھا ہے۔

مترجم نے کمال فنکاری سے ترجمہ کیا ہے۔ ان دوہروں میں وہ تین بند بھی شامل ہیں جو شفیع عقیل نے اس کتاب سے پہلے ''خیابانِ پاک'' میں شائع کروا دیئے تھے۔ بعد ازاں زیرِ نظر کتاب میں شامل کر دیئے۔ ہاشم شاہ کے ان دس دوہوں کا تجزیاتی مطالعے کرنے کے لیے اصل متن کا سامنے ہونا ضروری ہے اسی لیے ہم کلام ہاشم شاہ کا مستند مانا جانے والا نسخہ ''ککارے'' مرتبہ فقیر محمد فقیر مدنظر رکھیں گے اور اصل متن وہیں سے شامل کریں گے۔ مثلاً اصل متن ہے:

کتھے شاہ سکندر دارا، اتے جام گیا کت جم دا ے
تھرکن دیو جنہاں دی تیغوں اتے ڈھول پیانت کم دا
ڈھونڈیاں خاک تنہاں نہیں لبھدی اوہ جگت برا گھر غم دا
ہاشم جان غنیمت دم نوں بھلا کیا بھروا سا دم دا(17)

اردو ترجمہ:

کہاں سکندر کہاں ہے دارا، جام کہاں ہے جم کا
جن کی تیغ سے دیو بھی کانپیں دل دہلے رستم کا
ان کی راکھ ملے نا ڈھونڈے دنیا ہے گھر غم کا
ہاشم جان غنیمت جانو نہیں بھروسہ دم کا(18)

مترجم نے بہت خوبصورتی اور کمال فنکاری سے ہاشم شاہ کی ہی بحر استعمال کی ہے۔ شاعر کے کلام کے اصل رنگ و آہنگ کو اردو زبان میں ڈھالتے ہوئے مہارت اور فنی چابکدستی کا ثبوت دیا ہے۔ ترجمہ پڑھ کر شاعر کی فکر کا ہر پردہ قاری پر کھلتا نظر آتا ہے اور جو پیغام شاعر انسانیت تک پہنچانا چاہتا ہے اس کو مکمل طریقے سے اردو زبان کا روپ مترجم نے عطا کیا ہے۔

درج بالا اور دیگر امثلہ کو دیکھیں تو تلمیحات کے ساتھ بہت سے دوسرے الفاظ بھی مترجم نے وہی استعمال کیے ہیں جو اصل متن میں موجود ہیں مثلاً سکندر، دارا، جام، جم، تیغ، دم وغیرہ۔ گویا مترجم نے تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ بآسانی اصل متن کو ترجمے کا روپ دے دیا ہے اس لیے ترجمہ میں بھی قاری پر وہی تاثر مرتب ہوتا ہے جو اصل متن کے پڑھنے سے ہوتا ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں، پنجابی متن:

زہد عبادت چاہے ویکھے، نہیں ہرگز دھیان نہ کردا
شاہ منصور چڑھایو سو سُول اتے یوسف کیتا بردا
کس گل دے وچ راضی ہووے کوئی بھیت نہیں ایسا بردا
ہاشم بے پرواہی کولوں میرا ہر ویلے جیئو ڈردا(19)

ترجمہ:

زہد عبادت وہ نہ دیکھے ، جی چاہے من جائے
یوسف کو بکوائے اور منصور کو دار چڑھائے
کس کس بات میں راضی ہے وہ بھیت کوئی نہ پائے
ہاشم اس کی بے پرواہی ہر دم جی دہلائے(20)

مترجم نے پہلے مصرعے کے ترجمہ میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ شاعر نے لکھا ہے کہ ''ہرگز دھیان نہ کردا'' جب کہ مترجم نے ترجمہ یوں کیا ہے ''جی چاہے من جائے''۔ غالباً قافیہ نبھانے کے لیے مترجم نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں ورنہ باقی سب مصرعوں میں اصل متن کی روح کے بہت قریب ہے، کہیں بھی کوئی سقم یا ابہام نظر نہیں آتا۔

مجموعی طور پر شفیع عقیل کے اس ترجمے کے جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑی حد تک شاعر کے افکار اور ان میں موجود کیفیات کو واضح اور عام فہم انداز میں قاری تک پہنچایا ہے۔ اگرچہ یہ

جزوی ترجمہ ہے مگر فکری وفنی محاسن کی بنا پر تراجم کی روایت میں اہمیت رکھتا ہے۔

کلام ہاشم کا تیسرا اہم ترجمہ ''ہاشم شاہ (منظوم اردو ترجمہ)'' ہے جس کے مرتب/ مترجم پنجابی زبان کے نامور شاعر مترجم اور نقاد شفقت تنویر مرزا ہیں۔ انہوں نے اکثر پنجابی صوفی شعرا کے کلام کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے ترجمہ نگاری کی اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے ہاشم شاہ کے کلام کو بھی اردو نظم کا روپ دیا ہے ان کا یہ ترجمہ ''ہاشم شاہ منظوم اردو ترجمہ'' کے نام سے کتابی صورت میں 1979ء میں منظر عام پر آئی اسے لوک ورثہ کا قومی ادارہ اسلام آباد کی جانب سے شائع کیا گیا۔

دوسو تیرہ (213) صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ہاشم شاہ کے 195 بندوں کا ترجمہ موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ مترجم نے قصہ سسی پنوں کے (20) بیس بند اور قصہ سوہنی مہینوال کے صرف 13 بندوں کا ترجمہ کیا ہے جب کہ اصل قصہ سسی پنوں کے کل 124 بند اور قصہ سوہنی مہینوال کے 157 بند ہیں گویا مترجم نے زیر نظر کتاب میں اختصار سے کام لیا ہے اور مخصوص بندوں کے تراجم کیے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک سی حرفی اور مدح غوث الاعظم کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

مترجم نے اس بات کی نشاندہی کہیں بھی نہیں کی کہ ترجمہ کرتے ہوئے ان کے پیش نظر ہاشم شاہ کے کلام کا کون سا نسخہ رہا ہے البتہ اس ترجمے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کا مرتب کردہ ہاشم شاہ کا کلام ''ککارے'' بڑی حد تک پیش نظر رکھا ہوگا کیونکہ ترجمے میں اصل متن کی ترتیب، زبان اور الفاظ تقریباً وہی ہیں جو ''ککارے'' میں موجود ہیں۔ تاہم مترجم نے جو سرفی اور مدح غوث الاعظم کا ترجمہ شامل کیا ہے وہ فقیر محمد فقیر کے مرتب کردہ نسخے میں موجود نہیں ہے۔

شفقت تنویر مرزا کا یہ ترجمہ بھی اگرچہ ہاشم شاہ کے مکمل کلام کا ترجمہ نہیں مگر دیگر تمام مترجمین کے مقابلے میں بہت زیادہ اور اہم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی مترجمین نے محض دو، چار یا زیادہ سے زیادہ دس بندوں کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے آغاز میں ''پہلی بات'' پھر ''ہاشم شاہ۔ زندگی، فن'' اور ''کچھ ترجمے کے بارے میں'' کے عنوانات سے بالترتیب مظہر الاسلام اور شفقت تنویر مرزا کی تحریریں موجود ہیں۔ صفحہ 21 سے ترجمہ کا آغاز ہوتا ہے۔ پنجابی متن اور ترجمے آمنے سامنے صفحات پر دیا گیا ہے۔

اس ترجمے کے فکری وفنی پہلوؤں کا بغور جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مترجم نے بڑی حد تک شاعر کے کلام میں موجود اسرار و رموز کو سمجھ کر ترجمہ کیا ہے انہوں نے لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے اصل متن

کی روح کو اس کی گہرائی سمیت ترجمے میں ڈھالنے کی سعی کی ہے اسی لیے اصل متن میں موجود کیفیات اور باطنی فضا کو ترجمے کا حصہ بنانے میں وہ بہت کامیاب نظر آتے ہیں۔ پنجابی متن:

واگ وائے جا تخت ہزارے ول جائیں برا خدائی
ہیر نلاج نمانی دل دا کوئی دئیں سنہیا جائی
دو دن چار مہیں میاں رانجھا تھد کیتی بہت کمائی
ہاشم سار دکھاں دی جانے جنہاں ودن ودن چوٹ سوائی

ترجمہ:

بہر خدا اے بادِ صبا، جا جانب تخت ہزارے
ہیر حقیر فقیر کا لے پیغام جا اس کے دوارے
دو دن بھینس چار چرائیں رانجھے کاج سنوارے
ہاشم دکھ وہی جانے جس کونت ہی چوٹ وہ مارے(21)

درج بالا ترجمے کو پڑھ کر یقیناً مترجم کو داد دینے کو جی چاہتا ہے کیونکہ اصل متن کے مفاہم کو بڑے خوبصورت طریقے ان کی گہرائی سمیت اردو ترجمے کی شکل میں ڈھالا گیا ہے لہٰذا پنجابی متن سے قربت اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔

مترجم نے ترجمہ کرتے ہوئے بحر بھی شاعر کے کلام والی ہی استعمال کی ہے جس میں پنجابی رنگ و آہنگ بدرجۂ اتم موجود ہے۔ آسان اور سادہ زبان کا استعمال کرنے کا رجحان اس ترجمے میں حتی الامکان ملتا ہے مترجم نے بڑی کامیاب کے ساتھ عام فہم اور رواں انداز بیان اختیار کیا ہے۔ دقیق الفاظ و تراکیب بہت کم نظر آتے ہیں۔ کہیں کہیں (اگرچہ بہت کم مقامات پر) شاعر کے ہاں مستعمل الفاظ ہی ترجمے میں استعمال کر کے اصل متن کی سی فضا کو برقرار رکھا ہے۔ قافیوں کا دلکش التزام پورے ترجمے کا خاصہ ہے بعض دوہوں میں پنجابی تراکیب، علامات، تشبیہات و استعارات کو بڑی محنت اور دلکشی سے متبادل اردو الفاظ میں ڈھالا ہے۔ جس سے نہ صرف مفاہیم کا ابلاغ بھرپور طریقے سے ہوا ہے بلکہ ترجمے کے فنی حسن اور پختگی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

پنجابی متن:

ہاشم نال حمایت ازلی ہر اک چتر کہاوے(22)

ترجمہ:

ہاشم ہو تقدیر کا ساتھ تبھی عاقل کہلائے[23]

پنجابی متن:

یا کر ہار سنگھار پیارے سکھ ناز نیاز زنانے
یا بن مرد فتح کر دشمن گھت سر وچ خاک میدانے

ترجمہ:

عشوہ و ناز زنانہ دکھا اور کر لے ہار سنگھار
یا بن مردِ میداں، خاک بسر ہو دشمن مار[24]

گویا درج بالا مثالوں میں شعر کے حسن کے ساتھ ساتھ تاثر متن بھی نظر آتا ہے اور مترجم نے موزوں اور خوبصورت اردو الفاظ تلاش کر کے اصل متن کو ترجمہ کے قالب میں ڈھالا ہے۔

ترجمے میں موجود ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ کچھ کمیاں اور اسقام بھی نظر آتے ہیں جن کے باعث کہیں کہیں ترجمے اور اصل متن میں تفاوت یا بعد نظر آتا ہے۔ چند ایک دوہوں کے تراجم میں مفہوم یا تو بدل گیا ہے یا اس میں ابہام کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ ایسی مثالیں اگرچہ بہت زیادہ نہیں ہیں مگر ترجمے کے تاثر اور معیار میں کمی ضرور لاتی ہے۔

متن:

مجنوں سوز لیلیٰ دے جلیا اوہنوں کھان گوشت کد سُنجھدا
ہاشم عشق کہے جگ جس نوں بھلا کون کسے کول پجدا

ترجمہ:

دنیا بے مطلب مجنوں کو جو عشق کی آگ جلے
ہاشم عشق کہے جسے دنیا کبھی راس نہ آئے بھلے

ترجمے کے پہلے مصرعے میں بھی تھوڑا سا ابہام پایا جاتا ہے۔ ہاشم شاہ نے لکھا ہے کہ مجنوں لیلیٰ کے عشق کی آگ میں اس قدر جل چکا ہے کہ اسے گوشت کھانے یعنی عیش و آرام کا کب خیال آ سکتا ہے؟ جب کہ مترجم نے مفہوم میں موجود اس گہرائی کا ادراک نہیں کیا اور لکھا ہے کہ مجنوں جو عشق کی آگ میں جلتا تھا اس کے لیے دنیا بے مطلب ہے گویا مفہوم کسی قدر مہمل ہے پھر دوسرے مصرعے میں بھی مترجم نے

ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ متن میں مضمون کچھ اور ہے جب کہ ترجمے میں کچھ اور ہے۔

اصل متن میں ہے کہ دنیا جس کو عشق کہتی ہے اس معیار پر کون پورا اترتا ہے جب کہ مترجم نے ترجمہ کیا ہے کہ جس کو دنیا عشق کہتی ہے وہ کسی کو راس نہیں آتا۔ گویا اصل اور ترجمے میں خاصا بعد اور تضاد نظر آتا ہے۔ ایک مصرعہ اور اس کا ترجمہ دیکھیں:

متن:

یا کچھ واؤ وگی کلجگ دی کوئی جھاک منزول آیا

ترجمہ:

یا پھر چلی ہوا کلجگ کی جی اس نے ہم سے اٹھایا(25)

شاعر نے اس مصرعے میں کہا کہ زمانے کی ہوا کچھ ایسی چلی کہ محبوب نے کسی اور کو دل میں بٹھا لیا ہے جب کہ مترجم نے لکھا ہے کہ زمانے کی ہوا کچھ ایسی چلی کہ محبوب نے ہم سے دل اٹھا لیا ہے۔ گویا ترجمے میں مفہوم اصل متن سے دور ہو گیا ہے اور کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ اس طرح کے چند نقائص ترجمے میں موجود ہیں۔ چند ایک مصرع اسی حوالے سے اور ملاحظہ ہوں۔ جن کے تنقیدی مطالعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل متن اور ترجمے میں کتنا فاصلہ اور ابہام ہے۔

متن:

میرا حال پچھانے مجنوں جس دکھ لیلیٰ دا جریا

ترجمہ:

میرے حال کو محرم مجنوں، لیلیٰ کا سودائی

اب اس مصرعے میں دیکھیں تو مجنوں نے لیلیٰ کا دکھ برداشت کیا اور لیلیٰ کا سودائی مجنوں میں بڑا واضح فرق موجود ہے۔

متن:

ہاشم نیند اوگھاڑ سویرے نہیں دسدا بکھیڑا

ترجمہ:

صبح کے ہوتے مشکل ٹھہرے ہاشم نیند کا ڈیرا

اس میں بھی مفہوم اصل سے بالکل ہٹ کر کیا گیا ہے شاعر کا مطلب ہے کہ ہاشم صبح سویرے

اٹھ جانہیں تو یہ سونا (یعنی غفلت) تجھے کسی بکھیڑے میں مبتلا کر دے گا جب کہ مترجم اس کا ادراک نہیں کر سکے اور ترجمہ بالکل الٹ کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صبح ہونے کے بعد انسان کے لیے سونا محال ہو جاتا ہے'' گویا مفاہیم کی سطح پر کمزور ترجمہ کیا گیا ہے۔

فکری سطح پر چند اغلاط یا کمیاں شفقت تنویر مرزا کے ہاں ضرور نظر آتی ہیں۔ مگر مجموعی طور پر یہ ایک معیاری ترجمہ ہے۔ مترجم نے بہت خوبصورت انداز میں پنجابی الفاظ وتراکیب کو ادبی اردو زبان میں تبدیل کر کے شاعر کا مافی الضمیر بیان کیا ہے۔ اردو زبان میں اچھے اور شستہ الفاظ کے ساتھ عام فہم اور سادہ انداز اختیار کیا ہے اور بیشتر تراجم میں ہاشم شاہ کی سوچ اور لب و لہجے کے وقار کو قائم رکھا ہے یہ مترجم کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ شفقت تنویر مرزا کے سوا کسی بھی مترجم نے اتنی بڑی تعداد میں ہاشم شاہ کے کلام کا اردو ترجمہ نہیں کیا لہٰذا اس حوالے سے بھی انہیں اہمیت حاصل ہے۔ تاہم فکری و فنی دونوں حوالوں سے اس ترجمے کے ذریعے شاعر کے کلام کی نمائندگی ہوتی ہے۔ کہیں کہیں معمولی سی کمی اور کسک محسوس ہوتی ہے۔ اگر مترجم اس پر تھوڑی سی اور توجہ اور محنت کرتے تو یقیناً یہ مزید خوبصورت اور معیاری ترجمہ بن سکتا تھا۔

اس کے بعد ہاشم شاہ کے چند دوہوں کا قابل ذکر ترجمہ ''پنجابی شاعری سے انتخاب''[26] نامی کتاب میں شامل ہے۔ جو معروف پنجابی شاعر شریف کنجاہی کی کاوش ہے۔

شریف کنجاہی نے پنجابی کے قدیم اور جدید 177 شعرا کے منتخب کلام کو اردو نظم میں ڈھالا ہے تا کہ پنجابی شاعری سے ناواقف لوگ بھی ان شاعروں کے کلام، پیغام اور افکار و خیالات سے مستفیض ہو سکیں۔

یہ ترجمہ ''پنجابی شاعری سے انتخاب مع منظوم اردو ترجمہ'' کے نام سے 1983ء میں اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی جانب سے شائع کیا گیا۔ ہاشم شاہ کے کلام سے پانچ دوہوں کا انتخاب کر کے ترجمہ کیا گیا ہے جو کہ معیار کے اعتبار سے عمدہ ہے۔ کتاب کے ایک صفحہ پر پنجابی متن اور مقابل میں دوسرے صفحے پر ترجمہ لکھا ہے۔

مثلاً پہلا دوہہ یوں ہے:

راہی یار رانجھن نوں آکھیں کوئی حال اساڈے درداں
بچرک جوگ کمائے جے تو جان تلی پر دھر دوں

مرزے یار وانگوں دن اکسے یا ملدوں یا مردوں
ہاشم شاہ اج جان بچاویں جاں توں نیوں نہ کردوں(27)

ترجمہ:

راہی رانجھن ساجن کو جا کہنا بیتا برتا
جب تک جوگ کمایا گر تو جان تلی پر دھرتا
مرزے کی مانند اک دن تو یا ملتا یا مرتا
ہاشم شاہ اب جان بچائے پہلے پیار نہ کرتا(28)

ترجمہ اچھا اور عمدہ ہے۔ مترجم نے شاعر کی فکر کی وسعت کو اچھی طرح بھانپ کر اسے ترجمے کی شکل دی ہے۔ پھر اردو الفاظ وتراکیب بھی بے ساختہ اور خوبصورت طریقے سے اختیار کی ہے۔ مثلاً پہلے مصرعے کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظ ''بیتا برتا'' استعمال ہوئے ہیں جن میں بہت وسعت ہے یعنی ''جو کچھ ہم پر بیتی ہے اور جو حالات وواقعات ہم پر گزرے ہیں۔ ان سب کا حال احوال رانجھن سے بیان کرنا۔'' اسی طرح ''یا ملدوں یا مردوں'' کا ترجمہ ''یا ملتا یا مرتا'' کیا ہے جو کہ اصل متن کے مفاہم کی مکمل نمائندگی کرتا ہے۔ اسی طرح آخری مصرعے میں ''توں نیوں نہ کردوں'' کا ترجمہ مترجم نے پہلے ''پہلے پیار نہ کرتا'' کیا ہے جس میں یقیناً فصاحت و بلاغت نظر آتی ہے اور اصل متن کی ترجمانی اور جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ مترجم نے بحر بھی شاعر کی ہی استعمال کی ہے۔

دراصل بہتر اور مناسب ترجمہ وہی ہوتا ہے جس میں اصل متن میں پائے جانے والے افکار، خیالات، جذبات وکیفیات کی مکمل ترسیل ہو سکے اور قاری اس سے بالکل متن کی طرح سے ہی محظوظ ہو سکے۔ زیرِنظر ترجمے میں یہ خوبیاں موجود ہیں۔ یہ ترجمہ نگاری کے فنی معیار پر پورا اترتا ہے جو خوبیاں متن کے اندر موجود ہیں کم وبیش وہی ترجمے میں نظر آتی ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مترجم نے متن کے قریب قریب رہنے کی کوشش کی ہے۔ صرف ٹھیٹھ پنجابی الفاظ کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے باقی متن کا ڈھانچہ جوں کا توں رہنے دیا ہے۔ مثلاً:

دلبر یار کہی تدھ کیتی میرے سانس لباں پر آئے
ظاہر کراں ہووے جگ رسوا تے ہویا خموش نہ جائے

میں کر شرم وڑاں وچ ویہڑے تے برہوں ڈھول وجائے
ہاشم فیل وڑے جس ویہڑے کچرک کوئی ٹکائے (29)

ترجمہ:

دلبر یار بھلی کی تو نے سانس لبوں پر آئے
ظاہر کرنے میں رسوائی ہونٹ سیا کب جائے
میں لج ماری اندر بھاگوں ڈھول فراق بجائے
ہاشم فیل آنگن میں آیا کب تک کوئی چھپائے (30)

اس میں مترجم نے ''کہی تدھ'' کو ''کی تو نے'' ''خموش'' کو ''ہونٹ سیا'' ''شرم'' کو ''لج'' ''برہوں'' کو ''فراق'' اور ''ویہڑے'' کو ''آنگن'' میں تبدیل کر کے باقی ڈھانچہ اصل متن والا ہی قائم رکھا ہے اور ترجمہ کر دیا ہے۔ یہ یقیناً ترجمہ نگاری کا آسان ترین طریقۂ کار ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مترجم کو کوئی محنت نہیں کرنا پڑی۔ درج بالا مثال میں اور دیگر تراجم میں بھی مترجم نے قافیہ بھی اصل متن والا ہی قائم کیا ہے جس کے لیے یقیناً عرق ریزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کے ترجمے میں وہی رچاؤ، تہذیب وتمدن، حسن اور وہی مضمون قائم رہتا ہے جو کہ اصل متن کا خاصہ ہوتے ہیں اور مترجم اصل مرکز سے دور نہیں ہٹنے پاتا۔ شریف کنجاہی نے بھی طریقۂ مستعار (Borrowing) سے کام لیتے ہوئے اسی قسم کا ترجمہ کیا ہے اور سادگی و دلکشی کے ساتھ بآسانی پنجابی متن کو اردو جامعہ پہنا دیا ہے۔

لہٰذا یہ ترجمہ فکری اور فنی دونوں پہلوؤں سے شاعر کی فکر کی مکمل ترجمانی کرتا ہے۔ اگرچہ جزوی ترجمہ ہے مگر اپنی خاصیوں کی بنا پر دیگر تراجم کی نسبت بہت اہم اور معیاری ہے۔

ان تمام تراجم کے تقابلی مطالعہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کلام ہاشم شاہ کے منظوم تراجم کی فہرست اگرچہ بہت طویل نہیں مگر جس قدر بھی ہیں وہ اہم ہیں تمام کاوشیں جزوی ہیں مگر شفقت تنویر مرزا اس حوالے سے اولیت اور اہمیت رکھتے ہیں کہ انھوں نے اتنی زیادہ تعداد میں شاعر کے دوہوں، سی حرفی اور مدح غوث الاعظم کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مترجمین نے محض تین یا پانچ دوہوں کے تراجم پر اکتفا کیا ہے۔

فکری وفنی محاسن کے حوالے سے بھی تنویر مرزا کا ترجمہ معیاری ہے مگر شریف کنجاہی کا ترجمہ منتخب ہونے کے باوجود دیگر تراجم کے مقابلے میں عمدہ ہے اور ترجمہ نگاری کے تمام اصولوں کا نبھاتا ہے۔

یہ ترجمہ ان اوصاف کا عکس اپنے اندر لیے ہوئے ہے جو ہاشم شاہ کے کلام کا طرۂ امتیاز ہیں۔اسی لیے یہ سب سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ ہے۔

ہاشم شاہ کے کلام کا نثری ترجمہ:

ہاشم شاہ کا نام اور مقام اگر چہ پنجابی صوفیانہ شاعری کے حوالے سے بہت اہم ہے مگر ایک پہلو جو تحقیق کے دوران سامنے آتا ہے کہ ان کو دیگر صوفی اور قصہ گو شعراء کے مقابلے میں بہت کم پڑھا گیا اور ان کے کلام کی جملہ خوبیاں بھی کھل کر عوام کے سامنے نہیں آسکیں اسی باعث ان کو وہ مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل نہ ہوسکی جس کے وہ حق دار تھے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ مترجمین بھی ان کے کلام کے تراجم پر اس طرح توجہ نہیں دے سکے جس طرح دیگر شعراء کے کلام پر دی گئی ہے اور ہاشم شاہ کے کلام کے چند منظوم تراجم تو مل جاتے ہیں مگر نثری ترجمہ کی صرف ایک ہی کاوش نظر آتی ہے وہ بھی جزوی طور پر کی گئی ہے۔

''کلامِ صوفیاء''[31] کے نام سے چھپنے والی کتاب میں ہاشم شاہ کے پانچ دوہوں کا نثری ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن لاہور کی جانب سے 1993ء میں شائع ہوئی۔ اس کے اندر چاروں صوبوں کے شعراء کے کلام کے منتخب حصوں کو مختلف مترجمین نے اردو نثری روپ دیا ہے۔ پنجابی صوفی شعراء کے کلام کا نثری ترجمہ ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد نے کیا ہے۔

ہاشم شاہ کے پانچ دوہوں کا ترجمہ کرنے سے پہلے ان کا مختصر تعارف دیا ہے پھر شاعر کا کلام لکھ کر اردو نثر میں ترجمہ کیا ہے۔ پچھلے صفحات میں ہم عصمت اللہ زاہد کے دیگر شعرا کے کلام کے تراجم پر تنقیدی نگاہ ڈال چکے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے شاعروں کی فکر کی گہرائی کو سمجھ کر آسان زبان میں عام قاری تک پہنچایا ہے۔ یہی انداز زیرِ نظر ترجمے میں بھی ملتا ہے۔ ہاشم شاہ کا دوہہ ہے:

پچھ پچھ پوے نہ بپتا مولے اتے پچھ پچھ ہون نہ روگی
لکھیا لیکھ کرے سرگرداں کیا جوگی کیا بھوگی
سوکس طور بنے سکھیارا جس لیکھ لکھایا سوگی
ہاشم لیکھ بناوے سوگی اتے لیکھ بناوے جوگی[32]

ترجمہ: ''دکھ، تکلیف یا مصیبت کسی سے پوچھ کر نہیں آتے بلکہ قسمت ہی انسان کو سرگرداں رکھتی ہے جس کی قسمت میں دکھیا ہونا لکھا ہو وہ سکھی کیسے رہ سکتا ہے۔ اے ہاشم قسمت ہی انسان کو افسردہ

کرتی ہے اور قسمت ہی اسے خوشی مہیا کرتی ہے۔ ''(33)

ترجمہ پڑھ کر اصل متن کا مکمل مفہوم اور شاعر کی فکر واضح طور پر پڑھنے والے کے سامنے آجاتی ہے اختصار کے ساتھ ساتھ آسان اور سہل اندازِ تحریر بھی اختیار کیا ہے مگر مختصر ترجمہ کرتے کرتے چند ایک کمزوریوں کا شکار بھی ہوئے ہیں۔

مثلاً درج بالا مثال میں انہوں نے چند ایک اہم الفاظ کا ترجمہ ہی نہیں کیا جیسا کہ پہلے مصرعے میں ''روگی'' اور دوسرے مصرعے کا آخری حصہ ''کیا جوگی کیا بھوگی'' کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے، علاوہ ازیں آخری مصرعے میں ہاشم شاہ نے کہا ہے کہ:

ہاشم لیکھ بناوے سوگی اتے لیکھ بناوے جوگی

جب کہ ترجمہ ہے:

''ہاشم قسمت ہی انسان کو افسردہ کرتی ہے اور قسمت ہی اسے خوشی مہیا کرتی ہے۔''

ایک نقاد کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ ترجمہ کچھ کھٹکتا ہے اور کمزور محسوس ہوتا ہے۔ مترجم نے یہ تو لکھا ہے کہ ''قسمت ہی انسان کو افسردہ کرتی ہے'' مگر دوسرے حصے کا ترجمہ حذف کر کے یہ لکھ دیا ہے کہ ''قسمت خوشی و مسرت مہیا کرتی ہے'' حالانکہ اصل مطلب یہ بنتا ہے کہ قسمت کے باعث ہی ایک اچھا بھلا انسان جوگ اختیار کر لیتا ہے۔ لفظ ''جوگی'' کا مطلب ہرگز خوشی و مسرت نہیں بلکہ تیاگ ہے۔

مترجم نے اگرچہ کہیں کہیں چند الفاظ کے تراجم نظر انداز کر دیئے ہیں مگر اس سے ترجمہ کی مجموعی حیثیت میں زیادہ کمی نہیں آئی۔ ترجمہ مختصر اور معیاری ہے۔ زیادہ تر یہ کوشش کی گئی ہے کہ دوہے کی روح کو اردو ترجمہ میں سمویا جائے نہ کہ محض لفظی ترجمہ پر زور دیا جائے۔ اپنی اس کوشش میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ پانچوں دوہوں میں شاعر کی فکر اور کلام کی گہرائی تک پہنچنے کا جو عمل نظر آتا ہے وہ بلاشبہ عام قاری تک ہاشم شاہ کا پیغام پہنچانے میں بہت معاون ثابت ہوا ہے۔ مثلاً ہاشم شاہ کہتے ہیں:

اک بہہ کول خوشامد کر دے پر غرضی ہون کمینے
اک بے پروا نہ پاس کھڑوون پر ہوون یار نگینے
کونجاں وانگ ہزار کوہاں تے اوہناں شوق وکھو وکھ سینے
ہاشم سا جن کول ہمیشہ بھاویں وچھڑے ہوون مہینے(34)

ترجمہ: ''وہ لوگ جو اپنے لالچ میں دوسروں کی خوشامد کرتے ہیں۔ کمینے ہوتے ہیں مگر وہ لوگ سچے

موتی کی طرح ہیں جو نزدیک رہ کر بھی لالچ کو قریب نہیں آنے دیتے۔ وہ دوستوں سے ہزار کوس بھی دور رہتے ہوں تو بھی ان کے دل میں دوستوں کی طلب اور تمنا رہتی ہے یوں وہ مہینوں نہ ملنے کے باوجود ایک دوسرے کے پاس رہتے ہیں۔"(35)

اس ترجمے کو بغور دیکھیں تو مترجم نے تیسرے مصرعے میں استعمال ہونے والی تشبیہ "کونجاں وانگ" سے اغماض برتا ہے حالانکہ نظم کے مقابلے میں نثر میں تشبیہ کو بیان کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ زیر نظر ترجمے میں اگرچہ اس تشبیہ کا ترجمہ شامل نہیں کیا گیا مگر اس کے باوجود دوہے کا معانی و مفہوم بھرپور طریقے سے اردو نثر میں واضح ہو رہا ہے۔ ان تمام دوہوں کے تراجم میں سادگی، عام فہم انداز اور اختصار کے ساتھ شاعر کے مافی الضمیر کو بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جس کے باعث چند ایک کمیوں کے باوجود اسے اچھا اور معیاری ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔

ہاشم شاہ پنجابی ادب کا مان ہیں۔ ان کے کلام کی گہرائی اور تاثیر انسان کو اس کی اصل پہچان دلوانے کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا ان کے خوبصورت کلام کے اردو تراجم کی طرف مزید توجہ کی ضرورت ہے تاکہ ان کا پیغام اردو دان طبقے تک بھی بہتر طریقے سے پہنچ کر وسعت اختیار کرے۔

حوالہ جات

-1 لاجونتی رام کرشن، ڈاکٹر: پنجابی دے صوفی شاعر؛ مجلس شاہ حسین لاہور، 1966ء ص 144

-2 ہاشم شاہ تھرپالوی: چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی، مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان بہ اشتراک ادارہ معارف نوشاہیہ، گجرات، 1984ء ص 62

-3 پنجابی دے صوفی شاعر، ص 144

-4 شمیم چوہدری: پنجابی ادب دا تاریخ؛ کشتہ اینڈ سنز لاہور، 1962ء ص 177

-5 پنجابی دے صوفی شاعر، ص 144

-6 پنجابی ادب دا تاریخ، 117

-7 ماسٹر غلام نبی: تذکرہ ہاشمیہ؛ شاد باغ لاہور، س ن، ص 15

-8 بابا بدھ سنگھ: پریم کہانی؛ پنجاب پریس لاہور، 1923ء ص

-9 دیوانہ موہن سنگھ: پنجابی زبان دی مختصر تاریخ؛ گیلانی پریس لاہور، س ن، ص

-10 انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز، 1968ء ص

-11 پنجابی دے صوفی شاعر، ص145
-12 عصمت اللہ زاہد، ڈاکٹر: حضرت نوشہ گنج بخش حالات و آثار؛ مکتبہ نوشاہیہ سنگھوئی ضلع جہلم، ص
-13 ہاشم شاہ تھرپالوی: چہار بہار مرتبہ شرافت نوشاہی، 1984ء ص14
-14 الطاف گوہر، شان الحق حقی (مرتبین): خیابانِ پاک؛ ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی، 1956
-15 ہاشم شاہ: ٹکارے؛ مرتب۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور، 1987ء ص20
-16 خیابانِ پاک؛ ص139
-17 ہاشم شاہ: ٹکارے؛ ص20
-18 شفیع عقیل: پنجاب رنگ؛ مرکزی اردو بورڈ لاہور، 1968ء ص76
-19 ہاشم شاہ: ٹکارے؛ ص26
-20 شفیع عقیل: پنجاب رنگ؛ ص77
-21 شفقت تنویر مرزا (مترجم): ہاشم شاہ منظوم اردو ترجمہ؛ لوک ورثہ کا قومی ادارہ اسلام آباد، 1979ء ص80
-22 ہاشم شاہ: ٹکارے؛ ص124
-23 ہاشم شاہ: ٹکارے؛ ص125
-24 ہاشم شاہ منظوم اردو ترجمہ، ص138
-25 ہاشم شاہ منظوم اردو ترجمہ، ص47
-26 شریف کنجاہی (مترجم): پنجابی شاعری سے انتخاب؛ اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، 1983ء
-27 ایضاً ص54
-28 ایضاً ص55
-29 ایضاً ص49
-30 ایضاً ص50
-31 عصمت اللہ زاہد (مترجم): کلام صوفیاء؛ فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن آف پاکستان، لاہور، 1993ء
-32 ایضاً ص58
-33 ایضاً ص59
-34 ایضاً ص60
-35 ایضاً ص61